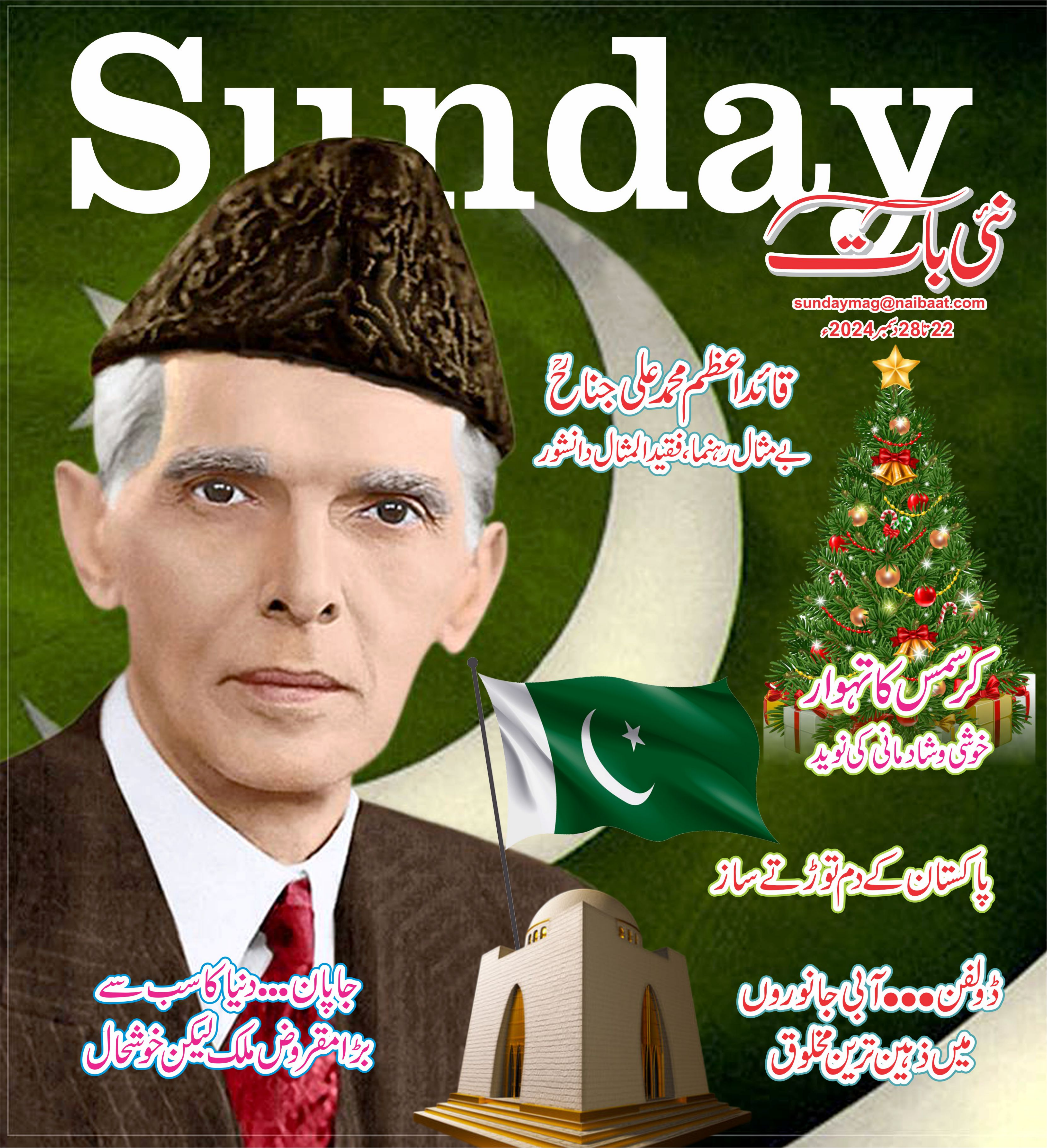

Sunday

نئی بات

sundaymag@naibaat.com

22تا28دسمبر2024ء

قائداعظم محمد علی جناحؒ
بے مثال رہنما، فقید المثال دانشور

کرسمس کا تہوار
خوشی و شادمانی کی نوید

پاکستان کے دم توڑتے ساز

جاپان... دنیا کا سب سے بڑا مقروض ملک لیکن خوشحال

ڈولفن... آبی جانوروں میں ذہین ترین مخلوق

25 دسمبر یوم قائد

قائداعظم محمد علی جناحؒ

بے مثال رہنما فقید المثال دانشور

آپ نے آزاد وطن کا تحفہ دیکر برصغیر کے مسلمانوں پر احسان عظیم کیا

شہریار اشرف

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ کا آج 148 یوم پیدائش جوش وجذبے سے منایا جارہا ہے۔ قائداعظم کی شخصیت بے مثال شخصیت تھی۔ اُن جیسی عظیم شخصیتوں کا سراغ تاریخ میں کم کم ہی ملتا ہے۔ وہ ایک عظیم قائد، عظیم ماہر، عظیم سیاستدان، ممتاز قانون دان، بیمثال رہنما فقید المثال دانشور تھے۔ وہ لوگوں کے دلوں پر راج کرتے تھے۔ وہ لوگوں کے ذہنوں میں بسے تھے۔ انہوں نے اپنی طلسماتی شخصیت کے سحر سے ایک منتشر قوم کو اکٹھا کیا۔ ایک پرچم تلے جمع کیا، متحد کیا۔ ایک ایسی بکھری ہوئی قوم کو جو مدتوں سے اپنا الگ تشخص کھو چکی تھی یکجا کرنا آسان کام نہ تھا مگر انہوں نے یہ بھی کر دکھایا۔ مسلمانانِ برصغیر نے اُن کی آواز پر لبیک کہا اور غلامی کی زنجیریں توڑنے کے لئے ان کی رہنمائی میں چلنے کو آمادہ ہوگئے، مستعد ہوگئے۔ والہانہ اُن کی طرف لپکے۔ ایک مقصد کے لئے اکٹھے ہوگئے۔

قائداعظم نے مایوس قوم کو ایسی قیادت مہیا کی جو ولولہ انگیز تھی، پر جوش تھی، مخلص تھی، جس کی کرشمہ سازیوں نے سب کو مسحور کر کے رکھ دیا۔ قائداعظم دیانت وامانت کا پیکر تھے۔ راست باز تھے، راست گو تھے۔ خوش لباس تھے، خوش اطوار تھے، پاکباز تھے، ڈرتے نہیں تھے سوائے اللہ کے، دبتے نہیں تھے سوائے حق کے، حق بات پر ڈٹ جانے والے، اصولوں پر سمجھوتہ نہ کرنے والے پکے، سچے سیاست دان تھے۔ انہوں نے سیاست کو وقار عطا کیا، اعتبار عطا کیا، جو کہا وہ کیا، جو نہ کیا اُس کا ذکر بھی نہ کیا۔ وہ کامیاب وکامران تھے۔ قانون کی اعلیٰ تعلیم ملک سے باہر حاصل کی۔ آزادانہ ماحول میں رہے مگر دامن پر کوئی چھینٹ نہ پڑنے دی۔ کردار پر کوئی حرف نہ آنے دیا، گفتار سے کسی کو گھائل نہ کیا۔ نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو رہے۔۔۔! اُن کی نرم خوئی میں سختی تھی، اصولوں کی، سچائی کی، عزم کی، عمل کی، وہ جانتے تھے کہ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

قائداعظمؒ ایک ایسے عظیم قائد تھے جو کسی کے آگے جھکنا نہیں جانتے تھے، وہ سامراج اور رام راج سے بیک وقت ٹکرائے۔ انہوں نے انگریزوں کی صدیوں کی غلامی سے نجات دلانے کی ٹھانی اور ہندوؤں کی بالادستی کے پھندے کو بھی تار تار کیا، وہ دوقومی نظریے کے علمبردار بن کر اُبھرے، انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کو عظمتِ رفتہ یاد دلائی، ان کے دلوں کو ایک ولولہ تازہ دیا۔۔۔! وہ مخلص، انتھک کام کرنے والے تھے، بظاہر فولادی مگر دردمند دل رکھنے والے، قول کے سچے، بات کے پکے، اصولوں کے پابند۔۔۔ اُن کا دل برصغیر کے نو کروڑ مسلمانوں کے ساتھ دھڑکتا تھا۔ پوری ملت مسلمہ بھی اُن کی ہر بات کو، ہر اشارے کو، ہر حکم کو تسلیم کرتی اور بلا چون وچرا عمل کرتی تھی۔ اُن کا ماٹو کام، کام اور کام تھا۔ قائداعظم نہایت کفایت شعار بلکہ جزرس تھے، ایک ایک پائی کا حساب رکھتے، قوم کا پیسہ اپنی ذات پر خرچ کرنے کا تصور بھی نہ کرتے۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد 1900ء میں وہ عارضی طور پر پریزیڈنسی مجسٹریٹ بمبئی مقرر ہوئے تو اس مختصر سی مدت ملازمت میں بھی اپنے دائمی نقوش ثبت کر دیتے۔ انہوں نے جلد ہی اس منصب سے استعفیٰ دے کر سبکدوشی اختیار کر لی کیونکہ کامرانی وکامیابی کی دیوی ان کے قدم چوم رہی تھی۔ ان کی وکالت کی پریکٹس کی جلد دھوم مچ گئی۔ انہوں نے ہزاروں، لاکھوں کمائے وہ حصول رزق حلال کے لئے عملی نمونہ تھے۔

قائداعظم نے ایک نئی اسلامی مملکت کو دنیا کے نقشے پر ابھار کر ایسا کارنامہ انجام دیا، جسے بعض عاقبت اندیش مجذوب کو بڑ سمجھتے تھے۔ دیوانے کا خواب قرار دیتے تھے مگر جب اس خواب کو ’’پاکستان‘‘ کی صورت میں عملی تعبیر ملی تو ایک دنیا ان کی دانشمندی کی معترف ہوگئی۔ بڑے بڑے دانشوروں اور دانشمندوں اور سیاستدانوں نے ان کی اہلیت، صلاحیت اور قابلیت کو خراج تحسین پیش کیا۔ قائداعظم قیام پاکستان کے بعد، پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بنے تو انہوں نے بطور ٹوکن محض ایک روپیہ ماہانہ تنخواہ لینا قبول کی۔ انہوں نے جتنی جائیداد چھوڑی وہ اپنی ذاتی کمائی سے چھوڑی وہ انتہائی بلند مرتبت وکیل ہونے کے باوجود جو فیس طے کرتے اسی پر اکتفا کرتے۔ عام وکیلوں والے حربے استعمال نہ کرتے۔ مزید کے خواہاں نہ ہوتے بلکہ مقررہ حاصل کردہ فیس میں سے بھی رقم واپس کر دیتے۔

قائداعظم نے اپنے حق کی کمائی سے اسلامیہ کالج پشاور لاہور اور کراچی کے بہت سے تعلیمی اداروں کے لئے جی کھول کر عطیہ دیا، وہ مسلمانوں کے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کو وقت کی اہم ضرورت خیال کرتے تھے۔ افسوس! انہیں موت نے مہلت نہ دی ورنہ ’’پاکستان‘‘ کا نقشہ ہی اور ہوتا۔ پاکستان کا وجود ایک ناتواں مگر آہنی جسم اور اعلیٰ دل ودماغ کی کارکردگی کا زندہ جاوید کرشمہ ہے۔ ایک ایسا معجزہ ہے جسے چشم عالم نے حیران ہو کر دیکھا۔ پاکستان کے قیام کو ان کا سہانا سپنا، مجذوب کی بڑ، دیوانے کا خواب قرار دینے والے کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ’’پاکستان‘‘ قائم و دائم ہے اور انشاء اللہ تا ابد پائندہ وتابندہ رہے گا۔

قائداعظم کے بارے دلچسپ معلومات

قائداعظم محمد علی جناحؒ کا شمار دنیا کے ان صف اول کے قائدین میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی قائدانہ صلاحیتوں سے ایک قوم کو ایک علیحدہ وطن کا مالک بنا ڈالا۔ 25 دسمبر 1876 کو پیدا ہونے والے محمد علی جناحؒ کی قیادت کو نہ صرف مسلمانوں نے بلکہ دوسری اقوام کے افراد نے بھی تسلیم کیا اور سراہا۔ آج ہم آپ کو قائداعظم کی سالگرہ کے موقع پر ان سے جڑی کچھ ایسی معلومات کے بارے میں بتاؤں گے جو کہ اس سے پہلے آپ نے کہیں نہیں پڑھی ہوں گی۔

1: قائداعظم فیشن کے دلدادہ تھے

قائداعظمؒ کو ساری زندگی ہمیشہ بہترین ترین لباس میں دیکھا گیا ہے جب کہ ان کے مقابل گاندھی جی صرف ایک دھوتی میں ملبوس ہوتے تھے۔ قائداعظمؒ کا بے داغ لباس ہمیشہ فیشن کے مطابق ہوتا تھا اور اس کا کپڑا اور سلائی بھی اپنے وقت کے بہترین ترین درزی سے کروائی جاتی تھی ان کے پاس دوسو سے زیادہ سوٹ اور لاتعداد ٹائیاں تھیں۔

2: قانون کی تعلیم مکمل کرنے والے کم عمر ترین مسلمان

1896 میں قائداعظم نے لندن سے وکالت کی تعلیم مکمل کی اس موقع پر ان کا شمار کم عمر ترین مسلمانوں میں ہوتا تھا جس نے صرف بیس سال کی عمر میں لندن میں وکالت کا امتحان پاس کیا۔

3: قائداعظمؒ نے وکالت سے قبل اداکاری کا پیشہ اپنایا تھا

قائداعظمؒ لندن میں دوران تعلیم شیکسپیئر کے اسٹیج ڈراموں میں رومیو کا کردار ادا کرنے کے خواہشمند تھے اور اس کے لیے انہوں نے وہاں نوکری بھی اختیار کر لی تھی اور اپنے والد کو خط لکھ کر اجازت بھی مانگ لی تھی۔ ان کے نزدیک وکالت ایک غیر یقینی پیشہ ہے جس میں کامیابی غیر حتمی ہوتی ہے جبکہ اس کے مقابلے میں ایکٹنگ ایک دلچسپ اور فائدہ مند کام ہے۔ خط کے جواب میں قائداعظمؒ کے والد نے انہیں ایک طویل خط لکھ کر اس کام سے منع کیا تھا اور والد کی نصیحت کی روشنی میں انہوں نے اداکاری چھوڑ کر وکالت کا ہی فیصلہ کیا۔

4: قائداعظمؒ کی پاکستان میں تنخواہ

قائداعظمؒ کا شمار برصغیر کے جانے مانے ہوئے وکلا میں ہوتا تھا جس کی وجہ سے وہ بھاری معاوضے کے بدلے کیس لڑا کرتے تھے اور ایک مقدمے کی فیس پندرہ سو روپے تک لیتے تھے جو کہ آج کل کے حساب سے لاکھوں روپے بنتے ہیں مگر یہی قائداعظم جب پاکستان آئے تو انہوں نے اپنی تنخواہ بحیثیت گورنر جنرل صرف ایک روپیہ ماہانہ مقرر کی۔

کرسمس کا تہوار... خوشی وشادمانی کی نوید

حضرت عیسیٰؑ نے دنیا کو حق وصداقت کا پیغام دیا

حسیب اظہر

دنیا بھر کی طرح پاکستان میں بھی مسیحی برادری کرسمس کا تہوار انتہائی جوش و خروش مذہبی تزک واحتشام اور روایتی جذبہ کے ساتھ منا رہی ہے۔ کرسمس ٹریز کی تیاری کے ساتھ ساتھ تمام گرجا گھروں کو انتہائی خوبصورتی سے سجایا گیا ہے۔ کرسمس کی مناسبت سے گرجا گھروں میں خصوصی عبادات اور دعائیہ تقریبات کا انعقاد کیا جائے گا جہاں مسیحی برادری کے افراد اپنی مذہبی تقریبات کی ادائیگی اور عبادات کریں گے اس موقع پر ملکی ترقی، قیام امن اور سلامتی و خوشحالی کی خصوصی دعائیں مانگی جائیں گی۔ اس دن کو یسوع مسیح کی دنیا میں آمد کو امن وخوشی کے دن کی بشارت کی یاد تازہ کرنے کے لئے منایا جاتا ہے۔ کیونکہ مسیحی عقیدے کے مطابق یسوع مسیح کا دنیا میں آنا انسان کو نجات کی راہ دکھاتا ہے۔ 24 اور 25 دسمبر کی درمیانی رات مسیحی برادری کے افراد اپنی عبادت گاہوں میں جمع ہوکر اس دن کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ اس موقع پر معاشرے، ملک، دنیا بھر کے حکمرانوں اور عوام کی خیر و عافیت کیلئے خصوصی دعائیں مانگی جاتی ہیں تا کہ دنیا سے جنگ نفرت دہشت گردی جھگڑے ختم

ہر مذہب میں خوشی کے دن ہوتے ہیں اور مسیحیوں کے لیے خوشی کا دن حضرت عیسیٰ کی ولادت کا دن ہے، کرسمس دو الفاظ کا مرکب ہے christ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسیح اور mass عوام، اجتماع، اکھٹے ہونا کو کہتے ہیں، لفظ کرسمس چوتھی صدی عیسوی میں ملتا ہے

ہوں اور تمام انسان خلوص پیار و محبت سے آپس میں مل جل کر رہتے ہوئے امن قائم کریں۔ ہر مذہب میں خوشی کے دن ہوتے ہیں اور مسیحیوں کے لیے خوشی کا دن حضرت عیسیٰ کی ولادت کا دن ہے۔ کرسمس دو الفاظ کا مرکب ہے christ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسیح اور mass عوام، اجتماع، اکھٹے ہونا کو کہتے ہیں۔ کرسمس کا مطلب ہوا مسیح کے لیے اکھٹے ہونا۔ لفظ کرسمس چوتھی صدی عیسوی میں ملتا ہے یعنی کرسمس چوتھی صدی سے باقاعدہ طور پر منایا جانا شروع ہوا، کرسمس کے علاوہ اسے نوائل، یول ڈے نیٹوی کے ناموں سے دنیا میں اور پاکستان میں بڑا دن کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ مسیحیوں کی عید کا دن ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ 25 دسمبر کو پوری دنیا میں مسیحی برادری مذہبی جوش وجذبے سے کرسمس ڈے مناتی ہے۔ ہم سب خوش رہنا چاہتے ہیں، خوشی کو پسند کرتے ہیں، بلکہ ہماری زندگی کی زیادہ تر تگ ودو کا مقصد بھی خوشی کا حصول ہی ہوتا ہے، اللہ تعالی بھی خوشی کو پسند کرتا ہے۔ جو کسی اور کے لیے دکھ کا باعث نہ ہو، دنیا میں آبادی کے لحاظ سے مسیح سب سے زیادہ ہیں۔ انسان کسی بھی ملک، فرقہ، گروہ، مذہب و دین ،قوم و نسل کا ہو اسے خوشی عزیز ہے اس خوشی کے لیے ہر ملک ،قوم، مذہب میں کچھ دن مخصوص ہوتے ہیں۔ جن کو خوشی کے دن یعنی عید کہا جاتا ہے۔ 25 دسمبر کو رومن کیتھولک اور پروٹیسٹنٹ کلیسائی، 6 جنوری کو مشرقی آرتھوڈوکس کلیسائی، اور 19 جنوری کو ارمینیا کلیسائی مناتے ہیں۔ اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ کے ماننے والے دنیا بھر میں ہر سال 25 دسمبر کو ان کی سالگرہ مناتے ہیں اور یہی دن ان کی عید کا ہوتا ہے، جس طرح مسلمان عید پر ایک دوسرے کو تحفے تحائف دیتے ہیں اسی طرح مسیحی برادری بھی ایک دوسرے کو گفٹ دیتی ہے۔ نئے ملبوسات خرید کر پہنتے ہیں

اور اپنے گھروں کے علاوہ چرچ میں عبادات کی جاتی ہیں، موم بتیاں روشن کی جاتی ہیں اور حضرت عیسیٰ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کیا جاتا ہے، مسیحی برادری میں کرسمس پر سانتا کلاز کا بھی بچوں کے لئے عجیب وغریب اور دلچسپ کردار ہے جس کے بارے میں بچوں کو بتایا جاتا ہے کہ اس دن سانتا کلاز ہر گھر میں آتے ہیں اور بچوں کے لئے تحفے تحائف اور کھلونے دے کر جاتے ہیں۔ سانتا کلاز کے بارے میں ذکر حضرت عیسیٰؑ کے قبل رومن ایمپائرز کے دور میں یا پھر شائد اس سے بھی قبل تھا کہ جب موسم بدلتا ہے اور برف باری ہوتی ہے تو آسمان سے کوئی فرشتہ اترتا ہے جس کے بال اور داڑھی سفید برف کی مانند ہوتی ہے اور وہ بچوں کے لئے تحفے لے کر آتا ہے۔ مسیحی برادری نے جب حضرت عیسیٰؑ کی سالگرہ کا دن منانا شروع کیا تو انہوں نے بچوں کے دلوں میں اس کردار کے بارے میں ایک مذہبی احترام پیدا کر دیا اور بچوں کو اس کے بارے میں مختلف واقعات سنائے جاتے ہیں اور پھر ہر گھر میں رات کو ایک کرسمس ٹری بھی سجایا جاتا ہے اور والدین بچوں کے لئے کھلونے لا کر اس میں چھپا دیتے ہیں صبح کو جب بچہ اٹھتا ہے تو اسے بتایا جاتا ہے کہ رات کو سانتا کلاز آپ کے لئے تحائف چھوڑ کر گئے تھے، جب بچے کرسمس ٹری میں اپنے لئے تحفے دیکھتے ہیں تو حیرت انگیز خوشی کے جذبات ان کے دل میں سانتا کلاز سے محبت پیدا کر دیتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انسانیت کو جنگ سے نفرت اور امن سے محبت کا درس دیا۔ آپ نے انسان کو مستقل کامیاب زندگی کے حصول کا راستہ بتایا جو تمام نعمتوں اور آسائشوں سے مزّین ہوگی۔ آپ کی آمد سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو منزل کا نشان اور مقصود زندگی حاصل ہوا۔ المسیح علیہ السلام نے دنیا کو حق وصداقت کا پیغام دیا اُن کے دلوں میں اُلفت، محبت، امن اور سچائی کے پھول کھلائے آپ کی قربانی اور زندگی کی جدوجہد کی بدولت سارا گلستان عالم لذت وسرور سے سرشار ہوکر پیار و محبت کی خوشبو سے مہکنے لگا۔ برگ و بار ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے۔ زمین کی بے قراری کو

مسیحی برادری میں کرسمس پر سانتا کلاز کا بھی بچوں کے لئے عجیب وغریب اور دلچسپ کردار ہے جس کے بارے میں بچوں کو بتایا جاتا ہے کہ اس دن سانتا کلاز ہر گھر میں آتے ہیں اور بچوں کے لئے تحفے تحائف اور کھلونے دے کر جاتے ہیں

قرار آنے لگا۔ بے سکونی امن وچین میں بدل گئی۔ کرسمس کے موقع پر لاہور سمیت صوبہ بھر میں سکیورٹی کے انتہائی سخت انتظامات کئے گئے ہیں۔ عبادتگاہوں میں آنے والے مسیحیوں کو جامع تلاشی کے بعد اندر داخل ہونے کی اجازت ہوگی۔ پولیس کی طرف سے مسیحی عبادتگاہوں کی طرف آنے والے راستوں کی ناکہ بندی کی جائے گی جبکہ عبادتگاہوں کے اندر اور چھتوں پر بھی سکیورٹی تعینات ہوگی۔ پولیس افسران سکیورٹی انتظامات چیک کرنے کے لئے پیٹرولنگ بھی کریں گے۔

☆☆☆☆

دنیا کا سب سے بڑا مقروض لیکن ڈیفالٹ نہیں کرپاتا

جاپان... مستحکم اور پُرکشش ملک

سرمایہ کار سمجھتے ہیں کہ منافع ملنے کے ساتھ ان کی اصل رقم بھی یہاں محفوظ رہتی ہے

میگزین رپورٹ

پاکستان کا یہ المیہ رہا ہے کہ یہاں ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ غیر ملکی قرضوں کا بوجھ ہے یہاں آئے روز بدلتی حکومتوں اور ہر حکومت کی مرضی کی پالیسیوں نے بھی اسے معاشی طور پر شدید نقصان پہنچایا ہے ہر نئی آنے والی حکومت سابقہ حکومت کے تمام ترقیاتی منصوبوں کو ختم کر کے خود نئے سرے سے کام کا آغاز کرتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نہ تو پچھلے منصوبے مکمل ہوتے ہیں اور نہ ہی نئے شروع کئے جانے والے اور اسی اثناء میں ایک نئی حکومت وجود میں آجاتی ہے۔ ہم قرضوں کے بوجھ تلے تو دبے ہی ہوئے ہیں لیکن اس سے بھی بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ قرضوں کے اوپر دیا جانے والا سود ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔ جاپان کا شمار دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں ہوتا ہے آپ یہ جان کر حیران ہونگے کہ گزشتہ سال ستمبر کے آخر تک جاپان اس حد تک مقروض ہو چکا تھا کہ قرضوں کے اس حجم کو سُن کر ہی آپ کے ہوش اُڑ جائیں گے اور بڑی بات یہ ہے کہ قرضوں کا یہ بوجھ یہاں رُکے گا نہیں بلکہ مستقبل میں بڑھتا ہی جائے گا۔ جاپان پر قرضوں کا مجموعی حجم 9.2 کھرب امریکی ڈالر تک پہنچ گیا ہے جو اُس کے جی ڈی پی کا 266 فیصد ہے۔ قرضے کی یہ رقم دنیا کی بڑی معیشتوں میں سب سے زیادہ ہے۔ مثلاً اگر جاپان کے مقابلے میں امریکہ کے قرضوں کا حجم دیکھا جائے تو یہ 31 کھرب ڈالر ہے مگر یہ رقم امریکہ کے ٹوٹل جی ڈی پی کے صرف 98 فیصد کے برابر ہے۔

قرضوں کے اتنے بڑے حجم کے یہاں تک پہنچنے کا سفر چند سال کا نہیں بلکہ ملکی معیشت کو رواں رکھنے اور اخراجات پورا کرنے کی جدوجہد کی مد میں لیے گئے قرضوں کا بوجھ بڑھنے میں کئی دہائیاں لگی ہیں۔ جاپان کے شہری اور معاشی ترقی میں کلیدی کردار ادا کرنے والے کاروباری ادارے قرضوں کے استعمال میں ہچکچاتے ہیں جبکہ ریاست اکثر انہیں خرچ کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ جاپان کے لوگ اپنے طور پر بہت زیادہ بچت کرتے ہیں مگر اس کے مقابلے میں مارکیٹ میں سرمایہ کاری کرنے کا رواج نہیں ہے۔ اس مسئلے کی ایک بڑی وجہ جاپان میں بڑی آبادی کا عمر رسیدہ یا بزرگی کی عمر میں ہونا ہے جس کے باعث حکومت کے سوشل سکیورٹی اور صحت کی خدمات پر اُٹھنے والے اخراجات کئی گنا بڑھ جاتے ہیں۔ جاپان کی بیشتر آبادی کو ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے مستقبل کے بارے میں بہت زیادہ بے یقینی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اسی لیے وہ ذاتی بچت کو ترجیح دیتے ہیں۔ تاہم قرضے کہ اس بڑے حجم کے باوجود حیرت انگیز بات یہ ہے کہ بین الاقوامی سرمایہ کار سرمایہ کاری کے لیے جاپان پر بھروسہ کرتے ہیں۔

جاپان پر قرض کا بوجھ بڑھنے کا آغاز نوے کی دہائی کے آغاز میں ہوا جب اس کے مالیاتی نظام اور رئیل سٹیٹ کا نظام تباہ کن نتائج کے ساتھ بلبلے کی مانند پھٹ گیا۔ اور اسی وقت جاپان پر قرض کی شرح اس کے جی ڈی پی کے صرف 39 فیصد کے برابر تھی۔ اس صورتحال کے باعث حکومت کی آمدنی میں کمی آئی جبکہ دوسری جانب اخراجات میں اضافہ ہونا شروع ہوگیا۔ چند ہی برسوں میں یعنی سال 2000 تک جاپان پر قرضوں کا بوجھ بڑھ کر اس کے جی ڈی پی کے 100 فیصد تک آگیا تھا جو 2010 تک مزید دوگنا بڑھ گیا۔ دنیا کی تیسری سب سے بڑی معیشت نے اسی رفتار سے آگے بڑھنے کا سلسلہ جاری رکھا جس میں 2008 کی عالمی کساد بازاری، 2011 میں جاپان میں آنے والے زلزلے، سونامی اور حال ہی میں کورونا کی عالمی وبا نے اپنا حصہ ڈالا۔ جاپان ان واقعات کے اثرات کو کم کرنے اور اپنے مالیات کے معاملات کو سنبھالنے کے لیے دنیا کے دیگر ممالک کی طرح بانڈز فروخت کرتا ہے تاکہ تعلیم، صحت اور دفاع جیسے شعبوں کے لیے سالانہ بجٹ کو برقرار رکھا جا سکے۔ بالالفاظ دیگر جاپان اپنا قرض بین الاقوامی منڈیوں میں اس وعدے کے ساتھ بانڈز کی صورت میں فروخت کر دیتا ہے کہ وہ نا صرف سرمایہ کاروں کی مکمل رقم بلکہ اس پر کچھ نہ کچھ منافع مکمل طور پر سرمایہ کار کو واپس کر دے گا۔

جاپان کی اس یقین دہانی کے بعد سرمایہ کار اپنا پیسہ وہاں لگاتے ہیں، خاص طور پر وہ انتہائی قدامت پسند عالمی سرمایہ کار جنہیں اگرچہ منافع تو کم ملتا ہے مگر اصل رقم انتہائی محفوظ رہتی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کی جانب سے آفر کیے جانے والے بانڈز (قرض دینے والے ادارے) قرضوں کی ضمانت کے طور پر بآسانی استعمال کر سکتے ہیں (اس لیے وہ محفوظ سرمایہ کاری نہیں سمجھی جاتی)'۔ تاہم، قرض کا حجم ملک کی مجموعی معیشت کے حجم سے تقریباً ڈھائی گنا زیادہ ہو تو یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ حکومت کو اس بڑی رقم کی ادائیگی میں یقینی طور پر مشکل پیش آئے گی؟ ماہرین کے مطابق قرضوں کے اس بڑھتے حجم کے باوجود ملک کے ڈیفالٹ میں نہ جانے کی وجہ یہ ہے کہ جاپان سرکاری بانڈز پر دیے جانے والا منافع انتہائی کم رکھتا ہے مگر دوسری جانب محفوظ سرمایہ کاری کی مارکیٹ میں اس پر بہت زیادہ اعتماد اور بھروسہ کیا جاتا ہے۔ ماہر اقتصادیات کے مطابق 'بعض سرمایہ کار ایسے ہوتے ہیں جو زیادہ منافع کے بجائے سرمایہ کاری کے محفوظ ہونے اور استحکام کو ترجیح دیتے ہیں اور وہ اپنی اضافی بچت کو محفوظ بنانے کے لیے جاپان کا انتخاب کرتے ہیں۔

جاپان نے قرضوں پر شرح سود انتہائی کم رکھی ہے۔ قرض کی سطح بہت زیادہ ہونے کے باوجود حکومت اپنے قرض دہندگان کو نسبتاً کم سود ادا کرتی ہے اور یہ حکمت عملی غیر معینہ مدت تک بلند قرض کو برقرار رکھ سکتی ہے۔ اہم بات یہ بھی ہے کہ جاپان کا زیادہ تر قرض غیر ملکی کرنسی میں نہیں بلکہ جاپان کی اپنی کرنسی یعنی 'ین' میں ہے۔ قرض اپنی کرنسی میں ہونے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ جاپان کے مرکزی بینک کو بین الاقوامی منڈیوں میں ہر کچھ عرصے بعد ہونے والے اُتار چڑھاؤ سے کچھ زیادہ فرق نہیں پڑتا۔ درحقیقت جاپان پر موجود قرض کا 90 فیصد سرمایہ کاری کرنے والوں نے خرید رکھا ہے۔ زیادہ جاپانی قرضہ غیر ملکیوں کے پاس نہیں ہے اس کا زیادہ تر حصہ جاپانی مالیاتی اداروں اور بینک آف جاپان کے پاس ہے۔ یہ اقدام بنیادی طور پر حکومتی خسارے کو مونا ٹائز کرتا ہے۔ چنانچہ سادہ الفاظ میں جاپانی حکومت جب بانڈز فروخت کرتی ہے تو اس کا مرکزی بینک وہ خرید لیتا ہے۔ اس پالیسی کے تحت، بینک آف جاپان طویل مدتی شرح سود کو کم رکھنے کے لیے بڑی مقدار میں سرکاری قرضہ خرید رہا ہے جس سے معیشت کو رواں دواں رکھنے میں مدد ملتی ہے۔ نتیجتاً حکومت کو اپنے جاری کردہ تمام قرضوں کے لیے نجی شعبے کے سرمایہ کار تلاش کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی اور بانڈز پر ادا کیا گیا سود مرکزی بینک کے ذریعے حکومت کو واپس چلا جاتا ہے۔ یہ بنیادی طور پر حکومتی خسارے کو مونا ٹائز کر رہا ہے جو عام طور پر کسی بھی معیشت کو بلند افراط زر کی جانب لے جاتا ہے مگر جاپان کے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہوا اور اس لیے جب کہ باقی دنیا میں شرح سود میں اضافے کا سلسلہ جاری ہے تو جاپان میں شرح سود کم ہی ہے۔

> جاپان کا قرض غیر ملکی کرنسی میں نہیں بلکہ جاپانی کرنسی 'ین' میں ہے، قرض اپنی کرنسی میں ہونے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ جاپان کے مرکزی بینک کو بین الاقوامی منڈیوں میں کچھ عرصے بعد ہونے والے اُتار چڑھاؤ سے زیادہ فرق نہیں پڑتا

> قرضوں کے بڑھتے حجم کے باوجود ڈیفالٹ میں نہ جانے کی وجہ یہ ہے کہ جاپان سرکاری بانڈز پر دیے جانے والا منافع انتہائی کم رکھتا ہے مگر دوسری جانب محفوظ سرمایہ کاری کی مارکیٹ میں اس پر بہت زیادہ اعتماد اور بھروسہ بھی کیا جاتا ہے

بھورینڈو، چاردھا، شہنائی، بین، بلوچی بینجو، چنگ

پاکستان کے دم توڑتے ساز

جدید سازوں نے مقامی وروایتی سازوں کی بقاء کو خطرے میں ڈال دیا، آخری سانس لینے پر مجبور!

ریاض سہیل

چنگ ویسے تو موسیقی کا آلہ ہے لیکن شاہین گل کے لیے یہ زندگی سے لڑنے کا ہتھیار بن چکا ہے اور وہ کہتی ہیں ان کی 'زندگی کی جنگ اب چنگ کے سنگ' ہے۔ شاہین گل کا تعلق سندھ کے ساحلی ضلع بدین سے ہے اور وہ پاکستان کی واحد خاتون ہیں جو عوامی سطح پر چنگ نامی ساز بجاتی ہیں۔ شاہین گُل کا تعلق بلوچ رند قبیلے سے ہے اور اُن کے والد چھوٹے کاشتکار ہیں۔ وہ بتاتی ہیں کہ چنگ سندھی اور بلوچ ثقافت کا حصہ ہے اور وہ اپنے بچپن میں ریڈیو پاکستان سے اس کی آواز سنتی تھیں جس کے بعد انہیں اس ساز سے انسیت ہوئی۔ چنگ کو جیوز ہارپ (JewsHarp) یا ماؤتھ ہارپ بھی کہا جاتا ہے اور

چنگ چرواہوں کا ساز اور ساتھی ہوتا تھا جب چرواہے اپنے جانوروں کو لے کر جنگل میں جاتے تو وہ چنگ بجایا کرتے تھے۔ چنگ بجانا اُن کا مشغلہ تھا اور جب وہ فطرت کے مناظر کے درمیان بیٹھ کر چنگ بجاتے تو وہ اس ماحول سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہو جاتے

تاریخ میں اس ساز کا ذکر تیسری صدی عیسوی سے ملتا ہے۔ قدیم چین سے سامنے آنے والی ایک تصویر میں بھی یہ ساز موجود ہے جبکہ برصغیر میں دھات سے بنائے گئے اس ساز کو ''مور چنگ'' کہا جاتا ہے۔ چنگ چرواہوں کا ساز اور ساتھی ہوتا تھا۔ جب چرواہے اپنے جانوروں کو لے کر جنگل میں جاتے تو وہ چنگ بجایا کرتے تھے۔ چنگ بجانا اُن کا مشغلہ تھا اور جب وہ فطرت کے مناظر کے درمیان بیٹھ کر چنگ بجاتے تو وہ اس ماحول سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہو جاتے۔ چونکہ میرا تعلق بھی گاؤں، اِس کی مٹی اور فطرت سے ہے اس لیے میں بھی اس ساز کے ساتھ جڑ گئی۔

شاہین رند نے جب چنگ ساز کو بجانے کی تربیت حاصل کرنے کا سوچا تو انہیں اس ساز کے اسرار و رموز سکھانے کے لیے کوئی استاد موجود نہیں تھا۔ وہ بتاتی ہیں کہ 'یہ ساز اور اس کے جانکار اب نایاب ہو چکے ہیں، جو چند گنے چنے باقی بچے ہیں وہ بھی مرد ہیں کیونکہ اس ساز کو مردوں سے زیادہ منسوب کیا جاتا ہے۔ ایسی ایک بھی عورت نہیں تھی جو عوام میں اس ساز کو بجاتی ہو۔'' مجھے سکھانے والا کوئی نہیں تھا چنانچہ میں نے اسے اپنے طور پر سیکھنے کی ٹھانی۔ گھر میں نانا کو اس ساز سے کسی حد تک انسیت تھی۔ میری مسلسل جستجو رہی لیکن کوئی استاد نہیں ملا۔ پھر میں نے یوٹیوب سے مدد حاصل کی کیونکہ انڈیا میں بھی یہ ساز بجایا جاتا ہے اور وہاں کی پرفارمنس کی ویڈیوز موجود ہیں۔ ان ویڈیوز سے میں نے چنگ کے لہرے وغیرہ سیکھے۔' شاہین بتاتی ہیں کہ 'چنگ لوہار بناتے تھے۔ یہ بانسری کی طرح سانس والا ساز ہے اور سانس ہی اس کی بنیاد ہے کیونکہ سانس سے ہی اس کے سروں میں ردہم پیدا ہوتا ہے۔ اس کا جو اُتار چڑھاؤ ہے وہ زبان سے تبدیل ہوتا ہے۔ زبان کو ہم نے پیچھے کی طرف موڑ دیا تو اس کی آواز بھاری ہو جائے اور اگر زبان کو لمبا کر کے اوپر والے دانتوں کی طرف لے گئے تو آواز باریک ہو جائے گی۔' شاہین رند کے مطابق جب وہ اس ساز کو سیکھنے کے مرحلے میں تھیں تو

شاہین گل کا کہنا ہے کہ ہمارے گھر میں میرے نانا کو اس ساز سے کسی حد تک انسیت تھی میری مسلسل جستجو رہی لیکن مجھے کوئی استاد نہیں ملا۔ پھر میں نے یوٹیوب سے مدد حاصل کی کیونکہ انڈیا میں بھی یہ ساز بجایا جاتا ہے اور وہاں کی پرفارمنس کی ویڈیوز بھی موجود ہیں

اکثر ان سے چنگ ٹوٹ جاتے تھے۔ پریکٹس کے دوران اکثر انہیں معلوم ہوتا کہ ان کے ہونٹوں سے خون نکل رہا ہوتا تھا، لیکن اُن کے مطابق اس میں روحانیت اس قدر تھی کہ انہیں یہ درد بالکل محسوس نہ ہوتا۔ شاہین کہتی ہیں کہ 'چنگ مجھے مراقبے میں لے جاتا ہے۔'

شاہین گل کے شوق اور جنون کی راہ میں کافی رکاوٹیں بھی آئیں لیکن وہ اِن کو عبور کرتی رہیں۔ وہ بتاتی ہیں کہ ان کے قبیلے کے لوگوں کے لیے ان کی پبلک پرفارمنس کو سمجھنا اور ہضم کرنا مشکل تھا۔ سنہ 2013 میں ان کی شادی ہو گئی اور انہوں نے چنگ بجانے کے اپنے شوق کو جاری رکھا۔ وہ بتاتی ہیں کہ جب انہوں نے 2017 میں پہلی بار حیدرآباد میں ایاز میلو میں پرفارم کیا تو ان کے شوہر ان کے ہمراہ تھے لیکن بعد میں میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ شاہین گُل کا دعویٰ ہے کہ عوامی سطح پر چنگ نہ بجانے کے مطالبے سے انکار سے ان کی اپنے شوہر سے علیحدگی ہو گئی۔ تاہم شاہین کے مطابق اپنے گھر والوں کو وہ سمجھانے میں کامیاب رہیں۔ اب چنگ میری زندگی کی جنگ ہے جو میں اپنی کمیونٹی اور سماج سے ہی لڑ رہی ہوں اور آئندہ بھی لڑتی رہوں گی۔

چنگ چرواہوں کا ساز اور ساتھی ہوتا تھا۔ جب چرواہے اپنے جانوروں کو لے کر جنگل میں جاتے تو وہ چنگ بجایا کرتے تھے

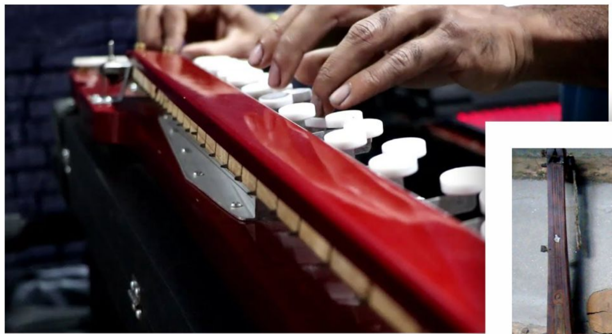

نبھاتا کون ہے قول و قسم تم جانتے تھے
یہ قربت عارضی ہے کم سے کم تم جانتے تھے
رہا ہے کون کس کے ساتھ انجام سفر تک
یہ آغاز مسافت ہی سے ہم تم جانتے تھے
مزاجوں میں اتر جاتی ہے تبدیلی مری جاں
سو رہ سکتے تھے کیسے ہم بہم تم جانتے تھے
سو اب کیوں ہر کس و ناکس سے یہ شکوہ شکایت
یہ سب سود و زیاں، یہ بیش و کم تم جانتے تھے
فراز اس گمراہی پر کیا کسی کو دوش دینا
کہ راہ عاشقی کے پیچ و خم تم جانتے تھے
احمد فراز
نبھاتا کون ہے قول و قسم تم جانتے تھے
یہ قربت عارضی ہے کم سے کم تم جانتے تھے
ماڈل: حنا طارق
ڈیزائنر: اشرف انھونی
sundaymag@naibaat.com

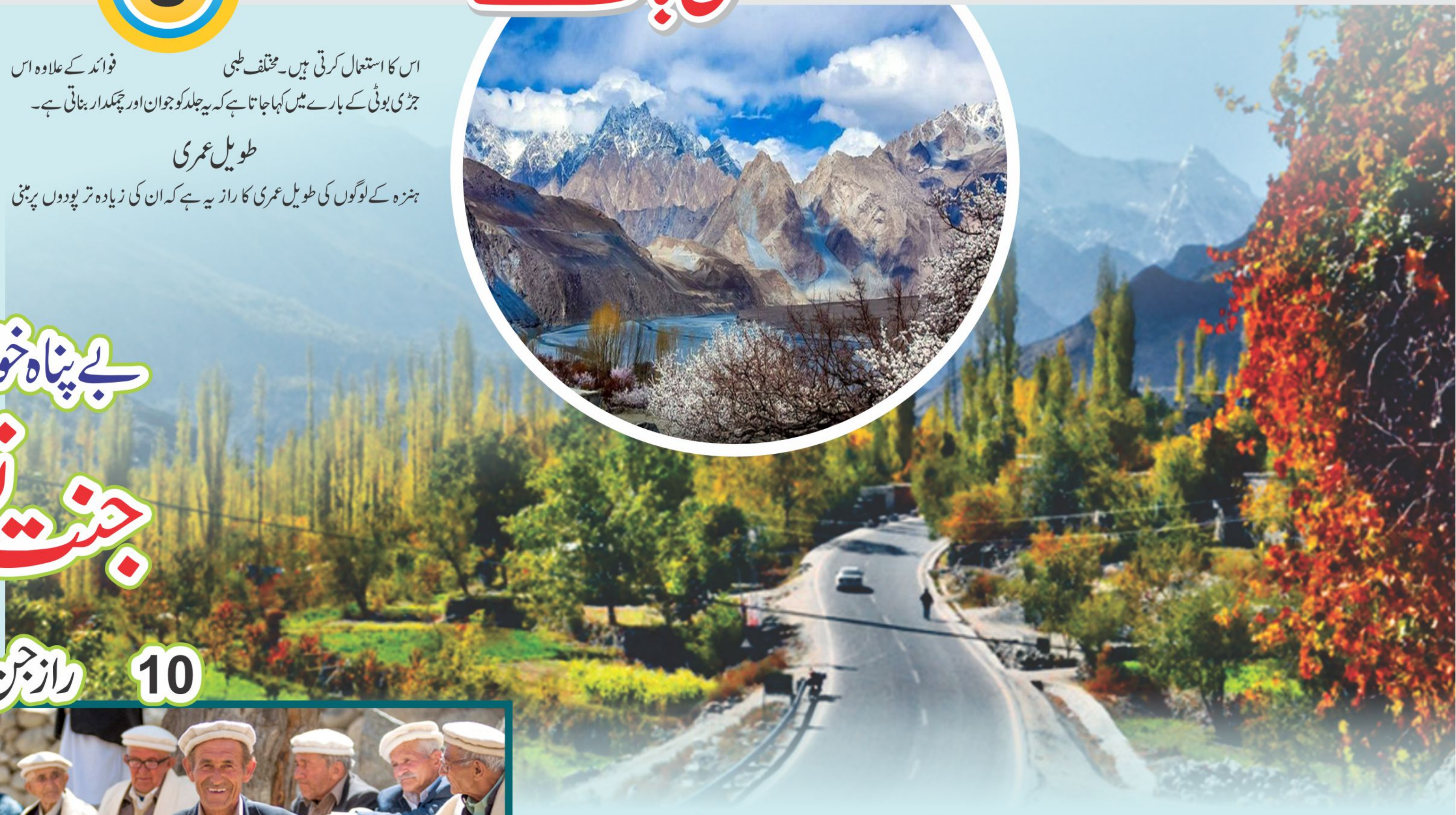

بے پناہ خوبصورتی، طویل عمر، ملنسار لوگ

جنت نظیر وادی ہنزہ

10 راز جن سے شائد آپ بھی ناواقف ہوں

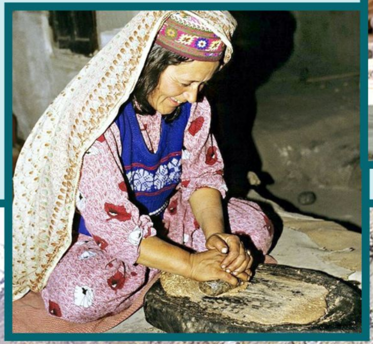

حسیب اظہر

پاکستان کے شمال میں واقع وادی ہنزہ ہمیشہ سے پوری دنیا کیلئے ایک معمہ رہی ہے۔ ہنزہ کا نام سنتے ہی فلک بوس پہاڑ، جھرنے، آبشار لوگوں کے ذہنوں میں گھومنا شروع ہوجاتے ہیں اور یہاں کے لوگوں کی خوبصورتی، طویل عمری اور دیگر کئی راز جاننے کیلئے لوگ متجسس ہوجاتے ہیں۔ ہنزہ کے لوگوں کی اوسط عمر 120 سال ہے اور بعض صورتوں میں وہ 160 سال تک بھی زندہ رہتے ہیں اور اپنی سادہ، تناؤ سے پاک اور صحت مند طرز زندگی کی وجہ سے وہ اپنے بہت بڑھاپے میں بھی جوان اور خوبصورت رہتے ہیں۔ ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ وادی ہنزہ کے لوگوں کی خوبصورتی اور طویل عمر کے پیچھے چھپے راز کونسے ہیں۔

قدرتی وسائل

زمین سے 2438 میٹر اونچائی پر واقع ہنزہ قدرتی وسائل سے مالا مال ہے اور اونچائی پر خوبصورت مناظر کے ساتھ ساتھ تازہ صاف ہوا صحت کو بہت فائدہ پہنچاتی ہے۔ اونچائی پر ہلکی ہوا کی بدولت خون کے سرخ خلیات کی تعداد بڑھ جاتی ہے جس سے جسم میں مزاحمت کا عنصر بڑھ جاتا ہے۔ بھوک اور ہاضمہ بہتر ہوتا ہے اور آکسیجن کی بہتر مقدار میسر ہوتی ہے۔ ٹائپ 2 ذیابیطس اور دل کی بیماری کا خطرہ کم ہوتا ہے۔

روایتی خوراک

آج شہروں کے ساتھ ساتھ گاؤں دیہاتوں میں بھی بازار سے ملنے والی اشیاء پر انحصار بڑھ چکا ہے لیکن ہنزہ کے لوگ روایتی خوراک پر زیادہ انحصار کرتے ہیں اور ماحول کے مطابق غذاء کا استعمال کرتے ہیں۔ کچھ رپورٹس کے مطابق ہنزہ کے لوگ تقریباً کوئی پروٹین نہیں کھاتے۔ وہ عام طور پر روزانہ 1900 کیلوریز، 50 گرام پروٹین، 36 گرام چربی، اور 365 گرام کاربوہائیڈریٹ کا استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہنزہ کے 99 فیصد لوگ سبزی خور ہیں۔ وہ ہفتے میں کم از کم 2 بار روزہ رکھنے کی رسم بھی ادا کرتے ہیں، اس دوران صرف خوبانی کا رس پیتے ہیں۔

پہاڑی پانی

ہنزہ کے لوگ قدرتی طور پر پہاڑوں سے آنے والا پانی پیتے ہیں اور ماہرین کے مطابق ہمالیہ کے گلیشیرز کے پانی میں بہت زیادہ اینٹی آکسیڈنٹس اور منرلز پائے جاتے ہیں اور اس پانی کے استعمال سے ہی ہنزہ کے لوگ طویل عمر پاتے ہیں۔

قدرتی تیل

ہنزہ کی خواتین چمکدار جلد کے لیے قدرتی تیل استعمال کرتی ہیں۔ دانا اور خوبانی کے تیل کا مرکب جسے ''قدرتی بوٹوکس'' کہا جاتا ہے، ان قدرتی مصنوعات میں سے ایک ہے جو ہنزہ کی خواتین اپنی جلد کو صحت مند اور جوان رکھنے کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ یہ خطہ زعفران سے بھی مالا مال ہے، جو دنیا کا سب سے مہنگا مسالا ہے۔ ہنزہ کے لوگ اکثر کھانا پکانے میں اس جز کو استعمال کرتے ہیں۔ یہ جڑی بوٹی اینٹی بیکٹیریل اور اینٹی سوزش خصوصیات سے بھرپور ہے۔ یہ خصوصیات اسے ایک ایسا جز بناتی ہیں جو جلد کی مختلف حالتوں، جیسے مہاسوں سے لڑ سکتی ہے، درد اور لالی سے چھٹکارا بھی دلا سکتی ہے۔

خصوصی چائے

ہنزہ کی خواتین پہاڑی چشموں کے تازہ پانی کے ساتھ ایک خاص نمکین چائے تیار کرتی ہیں۔ اس چائے میں ایک خاص جڑی بوٹی جسے ''ٹومورو'' کہا جاتا ہے اس کا استعمال کرتی ہیں۔ مختلف طبی فوائد کے علاوہ اس جڑی بوٹی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ جلد کو جوان اور چمکدار بناتی ہے۔

طویل عمری

ہنزہ کے لوگوں کی طویل عمری کا راز یہ ہے کہ ان کی زیادہ تر پودوں پر مبنی خوراک کے علاوہ محنت بھی انہیں صحت مند رکھنے میں کردار ادا کرتی ہے۔ ان کی ثقافت میں ریٹائرمنٹ جیسی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ ہنزہ کے لوگ اپنی اچھی صحت کی بدولت بڑھاپے میں بھی متحرک رہتے ہیں۔ وہ مسلسل چلتے پھرتے رہتے ہیں اور زندگی بھر بہت متحرک رہتے ہیں، اس لیے جب وہ بوڑھے ہو جاتے ہیں تو عموماً وہی طرز زندگی برقرار رکھتے ہیں۔

خواتین کی صحت

ہنزہ کی خواتین کی صحت دیگر علاقوں کے مقابلوں میں کافی قابل رشک ہے، یہاں 65 سال کی عمر میں بھی خواتین بچے کو جنم دے سکتی ہیں۔ ہنزہ میں 60 کی دہائی میں ماں بننا عام سمجھا جاتا ہے اور اس عمر میں بھی ان کے بچے صحت مند ہوتے ہیں۔ ہنزہ کی خواتین 80 سال کی عمر میں بھی اپنی عمر سے کافی چھوٹی نظر آتی ہیں۔

تعلیم کی شرح

ہنزہ کے لوگ محنتی، جفاکش اور ملنسار ہونے کے ساتھ ساتھ تعلیم یافتہ بھی ہوتے ہیں، یہاں جسم کے ساتھ ذہنی صحت بھی قابل رشک ہے۔ ہنزہ کے لوگوں کا کم از کم تین چوتھائی حصہ اور بنیادی طور پر تمام نسلیں پڑھی لکھی ہیں جو ایک ایسے ملک میں حیران کن بات ہے جہاں کی 55 فیصد آبادی پڑھ لکھ نہیں سکتی اور لاکھوں لڑکیاں تعلیم سے محروم ہیں۔

امن وامان

وادی ہنزہ کو ایک ایسے ملک میں ''امن کا نخلستان'' سمجھا جاتا ہے جہاں جرائم کی شرح بہت زیادہ ہے لیکن نسبتاً غربت کے باوجود ہنزہ میں معمولی جرائم بھی بہت کم ہوتے ہیں اور گھر کے دروازے کا زیادہ تر یا کچھ حصہ کھلا رہتا ہے اور دور دراز پہاڑی علاقے میں رہنے والے لوگ بہت مطمئن اور پرسکون ماحول میں رہتے ہیں۔

خواتین کی شرکت

پاکستان کے دیگر علاقوں کے برعکس ہنزہ کی خواتین اپنی سماجی زندگیوں میں کافی سرگرم دکھائی دیتی ہیں۔ بین الاقوامی سیاحوں اور خواندگی کی بلند شرح کی بدولت ہنزہ کے باشندے کافی کھلے ذہن اور آزاد خیالات کے مالک ہیں اور یہاں ہر کام میں خواتین پیش پیش نظر آتی ہیں۔

☆☆☆☆

چہرے کی کاسمیٹک سرجری کتنی خطرناک ہے؟

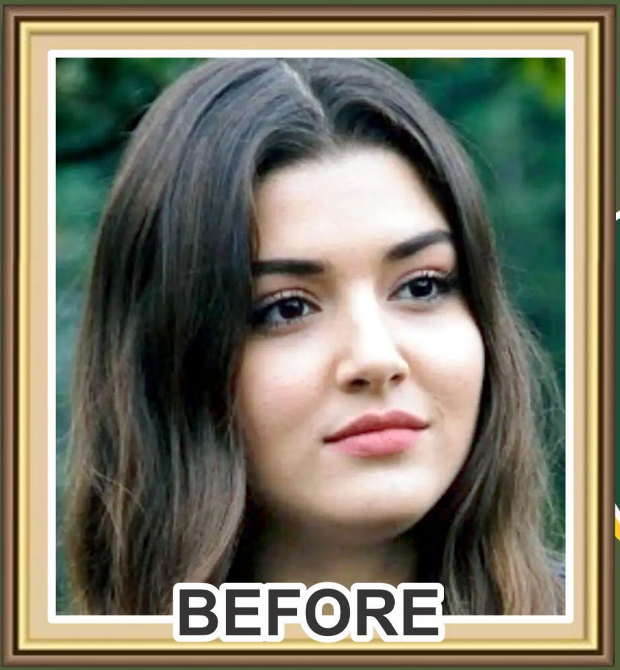

ترہب اصغر

خوبصورت لگنا کسے اچھا نہیں لگتا۔۔۔! لیکن اگر خوبصورت لگنے کے لیے مختلف قسم کے پروسیجرز یا پھر سرجری کروانا پڑے تو کیا آپ ایسا کرنے پر راضی ہو جائیں گے؟ یہ وہ سوال ہے جس کے جواب میں بیشتر لوگ 'ہاں' میں دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر پیسے ہوں تو کیوں نہیں۔ تاہم کئی لوگ ایسے بھی ہیں جو قدرتی خوبصورتی کو پسند کرتے ہیں اور ایسی تمام تر چیزوں سے دور رہتے ہیں۔ پُرکشش لگنے کے لیے دنیا بھر میں کاسمیٹک سرجری اور ایستھیٹک پروسیجرز کا سہارا کچھ عرصے پہلے تک تو صرف سلیبریٹیز (مشہور شخصیات) لیا کرتے تھے لیکن اب یہ شوق عام لوگوں میں تیزی سے پھیل رہا ہے، جن میں پاکستانیوں کی بھی بڑی تعداد شامل ہے۔ ماہر امراض جلد کہتے ہیں کہ 'پاکستان میں پچھلے تین چار سالوں میں یہ رجحان بڑھا ہے اور اب ہر عمر اور جنس کے لوگ ہمارے پاس آتے ہیں۔ ان میں سے کچھ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی جلد کے مسائل یا پھر بیماری کی وجہ سے ہمارے پاس علاج کے لیے آتے ہیں۔ لیکن ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی جو ایسے پروسیجر کروانا چاہتے ہیں جن کے بعد وہ مزید خوبصورت لگ سکیں'۔

زیادہ تر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ خواتین ہی پُرکشش لگنے کے لیے ان چیزوں کا سہارا لیتی ہیں لیکن آج کل مرد بھی ایسے تمام پروسیجرز کرواتے ہیں۔ رضا منیر کا شمار بھی ایسے ہی مردوں میں ہے جو مختلف قسم کے استھٹیک اور کاسمیٹک پروسیجرز سے گزر چکے ہیں۔ ان کے بقول 'ویسے تو یہ کام ہمارے اردگرد اکثر لوگ کرواتے لیکن مانتے نہیں ہیں۔ ان سے جب پوچھو کہ آپ نے کچھ کروایا تو ایسے محسوس کرواتے ہیں کہ وہ تو پیدا ہی ایسے ہوئے تھے اور ان میں جو بھی تبدیلی آئی ہے وہ قدرتی ہے۔' ان کا مزید دعویٰ تھا کہ زیادہ تر مرد ماڈل اور اداکار یہ پروسیجرز کرواتے ہیں تاہم عام مرد حضرات بھی اس کام میں پیچھے نہیں ہیں۔ درجنوں قسم کے پروسیجرز میں مردوں میں سب سے مقبول ہیئر ٹرانسپلانٹ ہے، جو مرد اپنے گنج پن کو کم کرنے کے لیے کرواتے ہیں۔ حال ہی میں اس سرجری سے گزرنے والے محمد علی نے بتایا کہ 'یہ ایک تکلیف دہ سرجری ہے جو تقریباً تیرہ سے چودہ گھنٹے طویل ہے۔ اس میں ڈاکٹر آپ کے سر کے حصے پر بال لگاتے ہیں جہاں گنج پن ہوتا ہے اور اس پر کم سے کم ڈھائی سے تین لاکھ روپے تک لاگت آتی ہے۔' دوسری جانب خواتین میں مختلف اقسام کے فیشل، لپ فلرز، لیزر پروسیجرز، مصنوعی پلکیں لگوانے کے علاوہ رنگ گورا کرنے والے انجیکشن لگوانے کا ٹرینڈ زیادہ پایا جاتا ہے۔

کاسمیٹک پروسیجر کسی طبی وجہ کے بجائے اپنے جسم کے مخصوص حصّے میں تبدیلی لانے کے لیے کروائے جانے والے والے میڈیکل پروسیجر یا آپریشن کاسمیٹک سرجری کہلاتا ہے۔ یہ عموماً لوگ اس وقت کرواتے ہیں جب وہ اپنے جسم کے کسی حصّے کی ساخت سے مطمئن نہیں ہوتے ہیں۔ یا پھر وہ اپنے نظریات کے مطابق خوبصورت نظر آنا چاہتے ہیں۔ کسی کو اپنے ہونٹ نہیں پسند ہوتے تو کوئی جبڑا نمایاں کرنا چاہتا ہے۔ کچھ لوگوں کو اپنی ناک پسند نہیں ہوتی اور وہ اسے من پسند بنانے کے لیے سرجری کروا لیتے ہیں۔ اس انڈسٹری سے منسلک ڈاکٹروں کے مطابق 'ہر پروسیجر مختلف ہوتا ہے۔ آپریشن کے علاوہ بعض پروسیجر مختلف کیمیکلز کو انجیکٹ کر کے کیے جاتے ہیں۔ جیسا کہ ماتھے کی شکنیں اور آئی بیگز کو غائب کرنے کے لیے بوٹوکس کے انجیکشن لگوائے جاتے ہیں۔' بوٹوکس ایک نیوروٹوکسن کیمیکل ہے جو مسلز کو وقتی طور پر فریز کر کے سکڑنے سے روکتا ہے۔ چہرے کی جھریوں اور ڈبل چِن سے جان چھڑانے کے لیے فلرز استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس پروسیجر میں بھی کئی طرح کے کیمیکلز شامل ہیں۔ لوگوں کو اصل مسئلہ اس وقت درپیش ہوتا ہے جب وہ چاہتے ہیں کہ ان کے پروسیجر کے نتائج بھی ویسے ہی آئیں جیسے کسی دوسرے شخص کے آئے ہیں۔ جبکہ ان کو یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ہر انسان کی جلد اور جسم دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔' ماہرین کے مطابق ان ٹریٹمینٹس سے جہاں آپ ایک طرف خوبصورت دکھائی دے سکتے ہیں تو وہیں ان کے نقصانات بھی موجود ہیں۔ اس لیے ایسے پروسیجرز میں رسک موجود ہوتا ہے۔

ایسے افراد جو کئی قسم کے کاسمیٹک پروسیجرز سے گزر چکے ہیں، ان کے مطابق ان کے بیشتر پروسیجرز کے منفی نتائج آئے۔ جیسا کہ انہوں نے آنکھوں کے گرد حلقوں کو لیزر کے ذریعے کم کروانا چاہا تو ان کو آنکھوں میں جلن اور خارش کی شکایت ہونے لگی جس کی وجہ سے انہوں نے اس پروسیجر کو روک دیا۔ انہوں نے چہرے کے اضافی بالوں کے لیے جب لیزر کروایا تو اس کے نتائج بھی اچھے نہیں آئے۔ انہیں ایسا لگا تھا کہ شاید چہرے پر بال آنا کم ہو جائیں گے۔ لیکن یہاں تو الٹا زیادہ سیاہ بال آنے لگے ہیں۔ اب ان کے پاس یہی راستہ ہے کہ یا تو وہ تھریڈنگ کروائیں یا پھر سے لیزر کروائیں۔ جہاں ایک طرف کچھ لوگوں کے لیے یہ نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں وہاں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کو ان پروسیجرز سے فائدہ بھی ہوا ہے۔ سعدیہ فیصل نے بتایا کہ 'میرے کیس میں مجھے تو بہت فائدہ ہوا ہے۔ میرے چہرے پر دانے نکلنے کی وجہ سے جلد خراب ہو گئی تھی۔ اس کے لیے میں نے لیزر ٹریٹمنٹ کروائی اور وہ ٹھیک ہو گئے۔' انہوں نے مزید کہا کہ 'اس کے علاوہ بھی میں نے آج تک جو پروسیجر کروائے ہیں مجھے ان کے اچھے نتائج موصول ہوئے ہیں۔ بس اس میں آپ کو ایک بات کا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ آپ کو ان نتائج کو برقرار رکھنے کے لیے وہ ٹریٹمینٹ مسلسل کرواتے رہنا چاہیے۔ میں جب اپنے ڈرمٹالوجسٹ کے پاس جاتی ہوں تو وہاں جو لوگ آتے ہیں ان سے کہتے ہیں ہمیں یہ کر دیں، ویسا کریں، وہ فلر لگا دیں۔ اب یہ ایک لت بن گئی ہے کیونکہ آپ کو نتائج اچھے ملیں گے تو آپ کا دل کرے گا کہ آپ مزید اچھے لگیں۔

ہیماٹوما: جو کوئی فیس لفٹ کراتا ہے تو کبھی کبھار خون جمع ہو کر کسی زخم کی طرح نظر آتا ہے اور پھر اسے نکالنے کے لیے مزید سرجری کرنا پرتی ہے۔

سیروما: سرجری کے بعد سٹیروائل مادہ جلد کے نیچے اکٹھا ہو جاتا ہے اور اس سے سوجن اور تکلیف ہوتی ہے۔

انفیکشن: دیگر سرجریز کی طرح کاسمیٹکس سرجری میں بھی انفیکشن کا خطرہ رہتا ہے لیکن پلاسٹک سرجری میں یہ بہت عام ہے

اعضا کو نقصان: لپوسکشن کے دوران جسم کے دوسرے اعضا بھی متاثر ہو سکتے ہیں اس طرح کی انجریز کو ٹھیک کرنے کے لیے مزید سرجریز کرنا پڑتی ہیں

نہ صرف سعدیہ بلکہ پاکستان میں اداکاراؤں کی ایک بڑی تعداد کاسمیٹک سرجریز کروا رہی ہے۔ جن میں مرد و خواتین دونوں شامل ہیں۔ لیکن ان سب کے تجربات اچھے ثابت نہیں ہوئے۔ اداکار زاہد خان بھی ایسے لوگوں میں شامل ہیں۔ انہوں نے اپنے مداحوں سے یہ حقیقت نہیں چھپائی بلکہ اسے دوسروں کی آگاہی کے لیے استعمال کیا۔ انہوں نے اپنے تجربات شیئر کرتے ہوئے کہا تھا کہ 'چیزیں غلط ہو سکتی ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایک چھوٹا سا پروسیجر ہے، سب کرتے ہیں۔ لیکن میرے کیس میں یہ بہت بہت بُرا ثابت ہوا۔' اسی طرح پاکستانی اداکار ساجد حسن نے بھی بال لگوانے کے لیے پروسیجر کروایا جو صحیح نہیں ہوا اور الٹا ان کے سر کی جلد بُری طرح سے جل گئی۔ یہ تفصیلات انہوں نے خود سوشل میڈیا پر شیئر کی تھیں۔ جس کے بعد ایک پلاسٹک سرجن نے ان کا ٹریٹمنٹ کیا۔ کاسمیٹک پروسیجرز کے بڑھتے ہوئے ٹرینڈ کو دیکھتے ہوئے سرٹیفائیڈ ڈاکٹروں کے علاوہ اب مختلف بیوٹی پالرز بھی کئی قسم کے فیشلز کی سہولت فراہم کرتے ہیں۔ پاکستان میں اس انڈسٹری کے لیے حکومت قواعد اور ضوابط بنانے کے لیے کوششیں کر رہی ہے، لیکن اس میں ابھی کئی مراحل طے کرنا باقی ہیں۔ دوسری جانب ڈاکٹرز لوگوں کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ جب بھی آپ کوئی ایسا پروسیجر کروانا چاہیں تو پہلے اس بات کی مکمل تحقیق کریں کہ جس سے آپ یہ پروسیجر کروانا چاہتے ہیں کیا وہ سرٹیفائڈ ماہر ہے یا نہیں۔ اس بارے میں گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ 'آج کل زیادہ تر لوگ سوشل میڈیا پر ویڈیوز دیکھ کر ٹریٹمینٹ کروانے چلے جاتے ہیں۔ ہر چیز جو سوشل میڈیا پر نظر آتی ہے وہ سچ نہیں ہے۔ اس کی تصدیق کرنا ضروری ہوتی ہے۔' اس کے علاوہ لوگ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کاسمیٹک پروسیجرز کہاں سے سستے ہو رہے ہیں۔ ایسی صورتحال میں انہیں یہ سوچنا چاہیے کہ جب ایک چیز سو روپے کی ہے تو وہ کوئی پچاس روپے میں کیسے دے رہا ہے؟ سستے اور غیر معیاری مواد استعمال کرنے سے آپ کی جلد کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔' انہوں نے مزید بتایا کہ 'میرے پاس 40 فیصد ایسے مریض آتے ہیں جو کاسمیٹک پروسیجر یا سرجری خراب ہونے کے بعد اسے ٹھیک کروانے آتے ہیں۔ اس لیے میرا سب کے لیے یہی مشورہ ہے کہ ہمیشہ تحقیق کر کے کلینک اور ڈاکٹر کا انتخاب کریں۔ ☆☆☆

پانی، بجلی اور مواصلاتی نظام درہم برہم

لینڈ سلائیڈنگ

ایشیا سے افریقہ تک ہزاروں ہلاکتوں کی وجہ بننے والا ارضیاتی عمل

میگزین رپورٹ

ایشیا میں پاکستان ہو، انڈیا، نیپال یا پھر انڈونیشیا، افریقہ میں ایتھوپیا اور اوشیانا میں پاپوانیوگنی، ان تمام ممالک میں 2024 میں ایک چیز مشترک رہی ہے اور وہ ان سب میں لینڈ سلائیڈنگ یا زمین سرکنے کے واقعات میں سینکڑوں افراد کی ہلاکت ہے۔ صرف جولائی 2024 میں ہی ایتھوپیا میں لینڈ سلائیڈنگ سے 200 سے زیادہ جبکہ حال ہی میں ایسے ہی ایک واقعے میں انڈیا کی ریاست کیرالہ میں 170 سے زیادہ لوگ مارے گئے ہیں۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق لینڈ سلائیڈنگ یا مٹی کے تودے گرنے کے واقعات دنیا بھر میں سب سے زیادہ رونما ہونے والے ارضیاتی اعمال میں سے ایک ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ ہیں کہ موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے لینڈ سلائیڈنگ کے واقعات تواتر سے پیش آ رہے ہیں اور ان کی شدت بھی بڑھ رہی ہے۔ ماہرین کو اس رجحان کے جاری رہنے کا خدشہ ہے۔

آیئے جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ لینڈ سلائیڈنگ کا سبب کیا ہے، اس کی مختلف اقسام کون سی ہیں اور آپ اس صورتحال میں اپنی اور دوسروں کی حفاظت کیسے کرسکتے ہیں۔

لینڈ سلائیڈ ایک ڈھلوانی علاقے میں مٹی، پتھر یا ملبے کی نیچے کی طرف حرکت ہے۔ یہ عمل اچانک یا بتدریج ہو سکتا ہے۔ برٹش جیولوجیکل سروے کی ویب سائٹ کے مطابق، ایسا اس وقت ہوتا ہے جب کسی ڈھلوان پر کشش ثقل سمیت نیچے کی جانب کھینچنے والی قوت وہاں موجود مٹی یا پتھروں کی وہاں جمے رہنے کی قوت سے زیادہ ہو جائے۔ زمین سرکنے کے زیادہ تر واقعات میں ایک سے زیادہ محرکات ہوتے ہیں۔ امریکی ارضیاتی سروے (یو ایس جی ایس) کے مطابق، 'ڈھلوانی علاقوں میں بارش، برف پگھلنے، پانی کی سطح میں تبدیلی، دریا کے کٹاؤ، زیرِ زمین پانی کی سطح میں تبدیلی، زلزلے، آتش فشانی سرگرمیوں اور انسانی سرگرمیوں سے خلل جیسی وجوہات یا ان میں سے کئی عوامل کے مجموعے سے زمین کھسکنے کی شروعات ہوسکتی ہے۔' لینڈ سلائیڈنگ کے واقعات صرف زمین پر ہی نہیں بلکہ زیرآب بھی پیش آتے ہیں جنہیں سب میرین لینڈ سلائیڈز بھی کہا جاتا ہے۔ یہ زلزلے اور طوفانی لہروں کی وجہ سے پیش آسکتے ہیں اور بعض اوقات سونامی کا باعث بنتے ہیں جو ساحلی علاقوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

عالمی ادارہ صحت کے مطابق مندرجہ ذیل علاقوں میں لینڈ سلائیڈنگ کے امکانات سب سے زیادہ ہوتے ہیں۔

☆ پہاڑوں کی ڈھلوانیں اور وادیوں کے دامن
☆ جنگل کی آگ سے جلنے والی زمین
☆ جنگلات کی کٹائی یا تعمیرات جیسی انسانی سرگرمیوں سے متاثرہ علاقے
☆ دریاؤں یا ندیوں کے کنارے کے علاق

لینڈ سلائیڈنگ میں پہاڑی پتھروں یا مٹی کے تودوں کے اچانک گرنے سے لے کر صدیوں تک سست روی سے جاری یہی عمل تک سب شامل ہے۔ امریکی ارضیاتی سروے کے مطابق بہت سی لینڈ سلائیڈز ان دونوں عوامل کا مرکب بھی ہوتی ہیں۔ 'لینڈ سلائیڈ' کی اصطلاح پانچ قسم کی ڈھلوانی حرکات کا احاطہ کرتی ہے جنھیں 'فالز، ٹوپلز، سلائیڈز، سپریڈز اور فلوز' کہا جاتا ہے۔

یہاں ہر ایک کا مختصر خلاصہ ہے:

فالز: ڈھلوان سے چٹان یا مٹی کے تودوں کا نیچے کی جانب گرنا

ٹوپلز: ڈھلوان پر ملبے کا ایک محور کے گرد آگے بڑھ جانا۔

سلائیڈز: ایک متعین سطح کے ساتھ ملبے کی نیچے کی طرف حرکت جس میں گردشی سلائیڈز بھی شامل ہیں۔

سپریڈز: کم ڈھلوانی علاقے میں زمین کی حرکت جو اکثر لیکیوفیکیشن کی وجہ سے ہوتی ہے۔

فلوز: مٹی اور پتھریلے مواد کی سیال جیسی حرکت، جیسے کیچڑ کا بہاؤ یا ملبے کا بہاؤ۔

ڈبلیو ایچ او کے مطابق، لینڈ سلائیڈنگ سے 1998 اور 2017 کے درمیان جہاں 18,000 سے زیادہ اموات ہوئیں وہیں اندازاً 48 لاکھ افراد ان واقعات سے متاثر ہوئے۔ امریکی ریڈ کراس کا کہنا ہے کہ اگر آپ کو لینڈ سلائیڈ کا خطرہ محسوس ہو تو فوری طور پر اس مقام سے دور ہو جائیں اور جلد از جلد پڑوسیوں کے ساتھ ساتھ حکام کو بھی اس بارے میں مطلع کریں۔ ریڈ کراس کے مطابق لینڈ سلائیڈ کا اندازہ لگانے کے لیے درختوں کے ٹوٹنے یا چٹخنے یا پھر پتھروں کے آپس میں ٹکرانے کی آوازوں پر توجہ دینا بھی ضروری ہے۔ ادارے کے مطابق ایسے افراد جو دریا یا کسی ندی کے قریب رہتے ہیں، 'پانی کے بہاؤ میں اچانک اضافے یا کمی کے حوالے سے ہوشیار رہیں اور دیکھیں کہ آیا پانی صاف سے گدلا تو نہیں ہو رہا۔ اس طرح کی تبدیلیوں کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ پانی میں اوپر کی طرف لینڈ سلائیڈ کے بعد ملبہ شامل ہو رہا ہے۔ امریکہ کی واشنگٹن یونیورسٹی کی ایک تحقیق میں لینڈ سلائیڈنگ کی صورت میں بچاؤ کے طریقوں پر تحقیق کے دوران محققین نے لینڈ سلائیڈنگ کے ایسے 38 واقعات کے ریکارڈ اکٹھے کیے اور ان کا تجزیہ کیا جن میں رہائشی عمارتیں متاثر ہوئی تھیں۔ زیادہ تر ڈیٹا امریکہ سے آیا، لیکن اس میں دنیا بھر سے لینڈ سلائیڈز کے ایسے واقعات بھی شامل تھے جن کے تفصیلی ریکارڈ موجود تھے۔ ان محققین میں سے ایک اور سول اور ماحولیاتی انجینئرنگ کے پروفیسر جوزف وارٹ مین کہتے ہیں، 'دراصل کچھ بہت آسان اور کم خرچ اقدامات ہیں جو لینڈ سلائیڈ سے بچنے کے امکانات کو نمایاں طور پر بڑھا سکتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ صرف اوپری منزل پر جانے سے انسان کے زندہ رہنے کے امکانات بارہ گنا زیادہ ہو سکتے ہیں۔ بقا کے دیگر نکات میں دروازے اور کھڑکیاں کھولنے کے ساتھ ساتھ اگر آپ دفن ہو جائیں تو حرکت کرتے رہنا اور شور مچانا شامل ہیں۔

امریکی ارضیاتی سروے کے مطابق 'کچھ لینڈ سلائیڈز میں زمین کی حرکت انسانی حرکت سے زیادہ تیز ہوسکتی ہے اور یہ عمل بغیر کسی اطلاع کے دنوں، ہفتوں یا اس سے زیادہ وقت تک جاری رہ سکتا ہے۔' ڈبلیو ایچ او کے مطابق لینڈ سلائیڈنگ کے نتیجے میں تیزی سے بہنے والے پانی اور اس میں موجود ملبے سے بڑی تعداد میں اموات اور لوگ زخمی ہو سکتے ہیں۔ لینڈ سلائیڈنگ میں موت کی سب سے عام وجہ دم گھٹ جانا یا اچانک ملبے تلے پھنس جانے سے ہونے والا صدمہ ہے لیکن زمین سرکنے کے نتیجے میں سامنے آنے والے اثرات بھی نقصان دہ ہو سکتے ہیں۔ ڈبلیو ایچ او کا کہنا ہے کہ 'لینڈ سلائیڈنگ صحت کے نظام اور ضروری خدمات جیسے پانی، بجلی یا مواصلاتی لائنوں کو بھی بہت زیادہ متاثر کرسکتی ہے۔' بجلی کی ٹوٹی ہوئی تاروں سے کرنٹ لگ سکتا ہے جبکہ پانی اور سیوریج کے پائپوں کو نقصان پہنچنے سے صاف اور گندے پانی کے ملنے سے بیماریاں بھی پھیل سکتی ہیں۔ ڈبلیو ایچ او کا مزید کہنا ہے کہ 'زمین کے تودے گرنے سے متاثر ہونے والے افراد کی ذہنی صحت پر خاندان، جائیداد، مویشیوں یا فصلوں کے نقصان کی وجہ سے مختصر اور طویل مدتی اثرات بھی مرتب ہوسکتے ہیں۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ موسمیاتی تبدیلی اور بڑھتے ہوئے درجہ حرارت کی وجہ سے لینڈ سلائیڈنگ کا خدشہ بڑھا ہے۔ امریکی ارضیاتی سروے کا کہنا ہے کہ 'موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے بارش کی شدت میں اضافہ ہو رہا ہے جو لینڈ سلائیڈنگ کے واقعات اور ان کے حجم میں اضافے کی وجہ بن سکتا ہے۔' ڈبلیو ایچ او کے مطابق، ایسا خاص طور پر ان پہاڑی علاقوں میں ہوسکتا ہے جہاں برف پڑتی ہے۔ جیسے جیسے برف پگھلتی ہے، پتھریلی ڈھلوانیں زیادہ غیر مستحکم ہوسکتی ہیں جس کے نتیجے میں لینڈ سلائیڈنگ کا خدشہ ہوتا ہے۔' یو ایس جی آر کا یہ بھی کہنا ہے کہ چونکہ موسمیاتی تبدیلی شدید اور تواتر سے لگنے والی جنگل کی آگ سے منسلک ہے اس لیے 'حال ہی میں جلنے والے علاقوں میں آگ کی وجہ سے مٹی اور پودوں میں تبدیلی لینڈ سلائیڈنگ کے واقعات میں اضافے کی وجہ بن سکتی ہے۔

> لینڈ سلائیڈنگ سے 1998 اور 2017 کے درمیان 18,000 سے زیادہ اموات اور اندازاً 48 لاکھ افراد ان واقعات سے متاثر ہوئے، لینڈ سلائیڈنگ کا خطرہ محسوس کرتے ہی فوری اس مقام سے دور چلے جائیں اور آس پاس لوگوں کو اطلاع دیں

> لینڈ سلائیڈ ایک ڈھلوانی علاقے میں مٹی، پتھر یا ملبے کی نیچے کی طرف حرکت ہے، ایسا اس وقت ہوتا ہے جب کسی ڈھلوان پر کشش ثقل سمیت نیچے کی جانب کھینچنے والی قوت وہاں موجود مٹی یا پتھروں کی وہاں جمے رہنے کی قوت سے زیادہ ہو جائے

ڈولفن
آبی جانوروں میں ذہین ترین مخلوق
خطرے سے دوچار، انسان دوست مچھلی

یہ اپنے ماحول کو سمجھنے، فیصلہ کرنے اور گروپ کی دوسری ڈولفن کو سمجھانے کی صلاحیت بھی رکھتی ہیں

فیروزے شہریار

ڈولفن کا شمار ممالیہ جانوروں میں ہوتا ہے اور انہیں Aquatic یعنی پانی کی ممالیہ کہا جاتا ہے۔ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ انسان کے بعد ڈولفن سب سے زیادہ ذہین مخلوق ہے۔ ہم سوال کر سکتے ہیں کہ ڈولفن کتنی ذہین ہوتی ہیں۔ یا یہ کہ ڈولفن اتنی ذہین کیسے ہوتی ہیں؟ وہ کون سے عوامل ہیں جو اسے دنیا کا ذہین ترین جانور بنا دیتے ہیں۔ یہ آپس میں ایک دوسرے سے رابطہ کیسے کرتی ہیں؟ جانوروں پر تحقیق کرنے والے ان سوالوں کے جوابات تلاش کرنے کے لیے مختلف اقسام کے تجربات کرتے رہتے ہیں۔ ڈولفن کی کم و بیش تیس اقسام ملتی ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق دنیا بھر میں ان کی تعداد نو ملین کے لگ بھگ ہے۔ فطری طور پر ڈولفن ایک سماجی جانور ہے جو مل جل کر رہنا پسند کرتے ہیں۔ یہ گروپ کی صورت میں رہتی ہیں اور ایک گروپ میں ایک ہزار تک ڈولفن ہو سکتی ہیں لیکن ان کے گروپ کا کوئی لیڈر نہیں ہوتا۔

یہ خوارک کے حصول اور نسل کی افزائش کے لیے مخصوص علاقوں کی طرف ہجرت بھی کرتی ہیں۔ یہ دنیا کے اکثر خطوں میں پائی جاتی ہیں اور گرم پانیوں میں رہنا پسند کرتی ہیں۔ اس کی لمبائی چھے سے بارہ فٹ تک ہوتی ہے۔ یہ پینتیس کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے تیر سکتی ہیں۔ دیگر مچھلیوں کے برعکس ڈولفن پھیپھڑوں کے ذریعے سانس لیتی ہیں اس لیے ان کو وقفے وقفے سے پانی کی سطح پر آ کر سانس لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک بار سانس لینے کے بعد یہ پانی کے اندر آٹھ سے پندرہ منٹ تک رہ سکتی ہیں۔ ڈولفن کا شمار گرم خون والے جانداروں میں ہوتا ہے۔ ان کے جسم کا درجہ حرارت انسانوں کی طرح 36 سے 37 ڈگری سینٹی گریڈ ہوتا ہے۔ نر ڈالفن کو Bull یعنی بیل، مادہ کو Cow یعنی گائے اور بچے کو Calves یعنی بچھڑے کہا جاتا ہے۔ ان کے گروپ کو School یا POD کہا جاتا ہے۔ یہ پانی کی سطح سے پندرہ سے تیس فٹ تک اونچی چھلانگ لگا سکتی ہیں۔

ڈولفن میں ایک دوسرے سے رابطہ کرنے کے لیے ایکولوکیشن کا نظام موجود ہوتا ہے۔ (ایکولوکیشن یعنی آواز کی لہروں کی مدد سے دیکھنے اور سُننے کا عمل جو آواز کی لہروں کو تصاویر میں بدل کر دماغ میں اردگرد کا نقشہ بنا دیتا ہے) یہ سارا دن سمندر میں مچھلیوں کا شکار کرنے، سمندر میں اٹھکیلیاں کرنے اور ایک دوسرے کو پیغامات بھیجنے میں اپنا وقت گزارتی ہیں۔ سائنسدانوں کا ماننا ہے کہ ایک دوسرے کو پیغامات بھیجنے کی ان کی اپنی ایک زبان ہے جس میں یہ ایک دوسرے سے رابطہ میں رہتی ہیں۔ خطرہ محسوس کرتے ہی دوسری ڈولفن کو خطرے کی نوعیت سے فوری آگاہ کرتی ہیں۔ ڈولفن کی بنیادی خوراک سمندری مچھلیاں، چھوٹی شارکس اور آکٹوپس وغیرہ ہیں جبکہ ابتداء میں اپنی ماں کے دودھ پر پرورش پاتی ہیں اور پھر خود سے شکار کرنے کے قابل ہو جاتی ہیں۔ ڈولفن ہر بار افزائش نسل کے لیے نیا ساتھی چنتی ہیں، گو کہ ہر بار جوڑا ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہوتا ہے اس کے باوجود ان کی خاندانی روایات میں فرق نہیں آتا۔ یہ ایک دوسرے کی ہمدردی اور مددگار ہوتی ہیں۔ جب کسی ڈولفن کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو گروپ کے دوسرے نر اور مادہ ڈولفن اسے اپنے حصار میں رکھتی ہیں کیونکہ اس وقت شارک کے حملوں کا خطرہ ہوتا ہے۔ پیدائش کے فوراً بعد ماں بچے کو سانس دلانے کے لیے پانی کی سطح پر لاتی ہے، اسی وقت شارک کے حملہ کا خطرہ ہوتا ہے چنانچہ دیگر ڈولفن اس کے اردگرد حفاظت کی غرض سے موجود رہتی ہیں۔ ماں بچے کو دودھ پانی کے اندر ہی پلاتی ہیں لیکن سانس دلوانے کے لیے ہر چند سیکنڈ بعد بچے کو پانی کی سطح پر لانا ضروری ہوتا ہے۔ پہلے دو ہفتوں کے دوران شیر خوار ڈولفن اپنی ماں کے ساتھ رہتے ہیں۔ نیز گروپ کی باقی ڈولفن بھی بچے کی دیکھ بھال کرتی اور اس کے نزدیک ہی رہتی ہیں۔ دو ہفتوں بعد بچہ خود سے آزادانہ پانی میں تیرنے کے قابل ہو جاتا ہے اور پانی کی سطح پر آ کر سانس لینے لگتا ہے۔ پہلے ہفتے میں بچے کے مسوڑوں سے دانت نکلنے کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ ایک جوان ڈولفن کے 188 سے 268 تک دانت ہوتے ہیں۔ یہ دانتوں سے چباتی نہیں ہیں بلکہ ان سے پکڑ کر شکار کو سالم نگل لیتی ہیں۔

چودہ سے پندرہ ہفتوں کے دوران بچہ مکمل طور پر اپنی خوراک تلاش کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اپنی عقلمندی کے باعث یہ اپنے ماحول کو اچھی طرح سمجھ سکنے کے ساتھ موقع کی مناسبت سے فیصلہ کرنے اور گروپ کی دوسری ڈولفن کو سمجھانے کی صلاحیت بھی رکھتی ہیں۔ یہ پانی میں تین ہزار فٹ کی گہرائی تک جا سکتی ہیں۔ سائنسدانوں کا ماننا ہے کہ ڈولفن دوسرے جانوروں کی نسبت آپس میں خیالات کا اظہار بول کر کرتی ہیں اور ایک دوسرے کو نام سے بلاتی ہیں۔ پیدائش کے وقت مادہ ڈولفن مخصوص آواز نکالتی ہے جو پیدا ہونے والے بچہ کا نام ہوتا ہے۔ کرہ ارض پر انسانوں کے علاوہ یہ واحد مخلوق ہے جو ایک دوسرے کو نام سے بلاتی ہے۔ ڈولفن کی نظر بہت کمزور ہوتی ہے اور سونگھنے کی حس تو بالکل نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ یہ اپنے شکار کو سونگھ کر تلاش کرنے کی بجائے ایکولوکیشن کا استعمال کرتی ہیں۔ یہ اپنے منہ سے مخصوص فریکوئنسی کی طاقت والی آواز کی لہریں خارج کرتی ہیں وہ لہریں جب لوٹ کر ان کی جانب واپس آتی ہیں تو انہیں اپنے شکار کا پتہ چل جاتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اس طرح انہیں خطرے کا بھی احساس ہو جاتا ہے۔ یہ بہت جلد انسانوں سے مانوس ہو جاتی ہیں اور ان میں سیکھنے کی حیرت انگیز صلاحیت ہوتی ہے۔ یہ مختلف قسم کے کرتب بڑی آسانی سے سیکھ لیتی ہیں۔ دوسرے ممالیہ جانوروں کی نسبت یہ ایک آنکھ کھول کر سوتی ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ سوتے میں ان کا آدھا دماغ کام کرتا ہے تا کہ سانس لینے میں تسلسل رہے اور آدھا آرام کی کیفیت میں ہوتا ہے۔ سونے کے اس عمل کو HemisphereSleep Uni- کہا جاتا ہے۔ سونے کے دوران اگر دماغ کا دایاں حصہ جاگ رہا ہو تو دائیں آنکھ کھلی رہتی ہے اور جب بایاں حصہ جاگتا ہے تو بائیں آنکھ کھلی ہوتی ہے۔ اس طرح یہ باری باری دماغ کے دونوں حصوں کو آرام دیتی ہیں۔ یہ سونے کے دوران اپنے آپ کو مختلف زاویوں میں تبدیل کرتی رہتی ہیں اور ان کی دم مسلسل حرکت میں رہتی ہے۔ ایسا اس لیے کرتی ہیں تا کہ پانی کی گہرائی میں نا چلی جائیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ سونے کے دوران کسی بھی قسم کے خطرہ سے آگاہ رہیں اور تیسری وجہ یہ ہے کہ ان کے عضلات حرکت میں رہیں۔ ماحولیاتی آلودگی کے باعث ان کی تعداد میں تیزی سے کمی آ رہی ہے۔ مووی ڈولفن جو کہ ڈولفن کی ایک نایاب نسل ہے کی تعداد صرف 50 سے 60 کے درمیان رہ گئی ہے۔

> ڈولفن کی نظر بہت کمزور ہوتی ہے اور سونگھنے کی حس تو بالکل نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے، یہ اپنے شکار کو سونگھ کر تلاش کرنے کی بجائے ایکولوکیشن کا استعمال کرتی ہیں، یہ اپنے منہ سے مخصوص فریکوئنسی کی طاقت والی آواز کی لہریں خارج کرتی ہیں

> جب کسی ڈولفن کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو گروپ کے دوسرے نر اور مادہ ڈولفن اسے اپنے حصار میں رکھتی ہیں کیونکہ اس وقت شارک کے حملوں کا خطرہ ہوتا ہے، پیدائش کے فوراً بعد ماں بچے کو سانس دلانے کے لیے پانی کی سطح پر لاتی ہے

مسٹر یونیورس باڈی بلڈنگ مقابلے

پاکستانی تن ساز رمیز ابراہیم فاتح

44 ممالک کے تن سازوں کو شکست دے کر گولڈ میڈل حاصل کیا

شہریار اشرف

تن سازی ایک بہت ہی مشکل اور قربانی دینے والا کھیل ہے کیونکہ اس میں مشقت بہت زیادہ ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عام کھیلوں کی نسبت اس میں کھلاڑی کو غیر معمولی خوراک استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ فوڈ سپلیمنٹس بھی استعمال کرنا پڑتے ہیں۔ اگر خوراک کی بات کی جائے تو انڈے، بیف، چکن، سالاد، تازہ جوسز، مچھلی، ڈرائی فروٹس تن سازی کی خوراک کے بنیادی اجزاء ہوتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر روزانہ صبح شام دو دو گھنٹے مشقت اس کے بعد جا کر کہیں تن ساز پٹڑی پر چڑھتا ہے اور چھوٹے مقابلوں سے فتح حاصل کرتے ہوئے انٹرنیشنل مقابلوں میں شرکت کے قابل ہوتا ہے لیکن اس کے لئے کم از کم دس سے پندرہ سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کے پاکستان کے تن سازوں نے ماضی میں بھی ملک کا نام روش کیا اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ حال ہی میں امریکا میں کراچی سے تعلق رکھنے والے پاکستانی باڈی بلڈر نے مسٹر یونیورس مقابلوں میں گولڈ میڈل جیتا ہے۔ پاکستانی تن ساز رمیز ابراہیم نے امریکا میں مسٹر یونیورس مقابلوں میں گولڈ میڈل اپنے نام کیا۔ لاس ویگاس میں مسٹر یونیورس مقابلوں میں 44 ممالک کے تن سازوں نے شرکت کی۔ رمیز ابراہیم نے مینز فزیک کیٹیگری میں سونے کا تمغہ حاصل کیا۔ واضح رہے کہ لاس ویگاس میں مسٹر یونیورس مقابلوں میں 44 ممالک کے تن سازوں نے شرکت کی۔ رمیز ابراہیم 18 اکتوبر کو امریکہ میں ہونے والے مسٹر یونیورس مقابلے میں حصہ لینے کیلئے بھرپور تیاری کر رہے تھے جبکہ 2022 میں تھائی لینڈ میں بھی پاکستان کے لیے تاریخ رقم کی تھی۔ مقابلے میں شرکت سے قبل ان کا کہنا تھا کہ محنت اور قوم کی دعاؤں سے اس مرتبہ بھی پاکستان کا نام روشن کرونگا۔ یاد رہے کہ سال 2022 میں رمیز ابراہیم نے تین کیٹگریز ماڈل فزیکس، کلاسک فزیکس اور باڈی بلڈنگ میں اپنے حریفوں کا مقابلہ کیا اور ٹائٹل جیت کر قوم کا سر فخر سے بُلند کیا۔ تین عالمی اعزاز حاصل کرنے والے پاکستانی تن ساز رمیز ابراہیم خان مسٹر یونیورس مقابلوں کا ٹائٹل جیتنے کیلئے پرعزم تھے۔ وہ پروفیشنل ایتھلیٹ کا اعزاز بھی حاصل کر چکے ہیں۔ کراچی پریس کلب میں رمیز ابراہیم خان نے پریس کانفرنس میں کہا تھا کہ مسٹر یونیورس مقابلے کیلئے انہوں نے بھرپور تیاری کی ہے وہ باڈی بلڈنگ، مینز فزیک اور کلاسک فزیک میں ملک کی نمائندگی کریں گے۔ کامیابی کے بعد گفتگو کرتے ہوئے رمیز اِبراہیم خان کا کہنا تھا کہ مسٹر یونیورس مقابلے میں 44 ممالک کے تن سازوں نے حصہ لیا اور امریکا میں 44 ممالک کیساتھ مقابلہ کرنا آسان نہیں تھا، گھر والوں اور قوم کی دعائیں ساتھ تھیں، پاکستان کا نام روشن کرنے پر فخر ہے۔